© rasailojaraid.com

ان چند چیزوں کے باوجود جن کی حیثیت محض گزارشات کی ہے، کتاب بڑی قابلِ قدر ہے اور اس کے ایک ایک حرف سے ہمارے اسلاف کی علمی ثقاہت جھلکتی ہے۔

شیخ صاحب نے اس کتاب کو اپنے روایتی اونچے معیار کے مطابق طبع کرایا ہے۔ کتاب کے صفحات ۹۶ ہیں اور قیمت ۵ روپے جو زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

اقبال کا نظریۂ اخلاق تالیف پروفیسر سعید احمد رفیق، ایم۔ اے گورنمنٹ کالج کوئٹہ۔ شائع کردہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔ صفحات ۴۲۱۔ قیمت چار روپے۔

زندگی میں اخلاق کی ضرورت اور اہمیت سے کوئی ہوشمند انسان صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ اخلاق دراصل اُن اصولوں اور ضابطوں کا نام ہے جن کے مطابق انسانی افعال و اعمال پر نیک و بد، محمود و مذموم کا حکم لگایا جا سکتا ہے اور اُن کی قدر و قیمت متعین ہوتی ہے۔

پروفیسر سعید احمد رفیق صاحب نے اپنی کتاب میں اخلاقی اصول و نظریات پر کافی سیر حاصل اور مفید بحث کی ہے۔ لیکن بیجا نہ ہو گا اگر ہم اس سلسلہ میں ان کی خدمت میں چند گزارشات پیش کریں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے اقبال کی طرف سے اخلاقی قدر اعلیٰ "خودی" کو قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ فیصلہ علامہ اقبال مرحوم کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ اقبال کے نزدیک ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے منزلِ مقصود "خودی" یا "انا" نہیں بلکہ رضائے الٰہی ہے۔ "استحکامِ خودی" یا "ارتقائے خودی" قربِ الٰہی کا صرف ایک ذریعہ ہے، مقصد نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ناپختہ خودی اور خام قسم کا انا خدا تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا اور نہ خلافت فی الارض کے تمام فرائض بوجوہ احسن ادا کر سکتا ہے۔ فاضل مصنف نے ہر جگہ خودی کو ہی علامہ مرحوم کا منتہائے مقصود بنایا ہے۔ افسوس ہے کہ جس چیز کو اقبال مرحوم نے ذریعہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اُسے پروفیسر صاحب نے اصل منزل سمجھ لیا ہے۔ فاضل مصنف پیش لفظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"انہوں نے (علامہؒ نے) اخلاقی معیار کو ایک ام الفضائل کی شکل میں پیش کیا ہے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے مقام پر وہ رقمطراز ہیں :

"اقبال خودی کے استحکام کو مقصد بالذات مانتے ہیں نہ صرف مقصد بالذات بلکہ وہ مقصد اعلیٰ کہ تمام دوسرے مقاصد اور اقدار اس مقصود کو حاصل کرنے کے صرف ذرائع ہیں۔"

ان دونوں باتوں میں کافی تضاد نظر آتا ہے۔ ایک جگہ پروفیسر صاحب اخلاقی معیار کو ام الفضائل قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ وہ خودی کے استحکام یا خودی کو ام الفضائل کا درجہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے یا تو دوسری تحریر لکھتے وقت اپنی پہلی تحریر اُن کے ذہن سے اوجھل ہوگئی ہے یا وہ خودی کو اور اخلاقی معیار کو بالکل ہم معنی الفاظ خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک چیز بھی علامہ مرحوم کے نزدیک ام الفضائل نہیں بلکہ خدا کی خوشنودی اور اُس کے رسول کی اطاعت اور اس سے محبت ام الفضائل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ خودی کو اس لیے مستحکم کرنا چاہتے ہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق کے کام آئے، ملّی استحکام کا باعث بنے اور اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا ذریعہ ثابت ہو سکے۔

دوسری چیز جس کی اس کتاب میں کمی محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فاضل مصنف نے اخلاق کے مختلف نظریات پر خوب دل کھول کر بحث کی ہے۔ فلسفۂ اخلاق کے بہت سے حکماء کے نام گنائے ہیں۔ ان کے نظریات کی تشریح بھی کی ہے۔ پھر فلسفۂ اخلاق کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ سارا حصہ بڑا قابلِ قدر ہے اور مصنف کی محنت اور وسعتِ مطالعہ کا پوری طرح آئینہ دار۔ لیکن ذہن میں یہ سوال بار بار اُبھر کر آتا ہے کہ کیا ان مغربی مفکرین کے علاوہ جن کا ذکر بصد احترام کیا گیا ہے، ہمیں اس میدان میں مشرق سے قطعاً کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ کیا ہمارے ہاں کوئی "دانائے راز" ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے اس موضوع پر کوئی قابلِ قدر بات کی ہو۔ اُمتِ مسلمہ کی تاریخ کے ساتھ یہ ایک بہت بڑی ناانصافی ہے۔

پھر فاضل مصنف نے اخلاق کے اُن سارے نظریات پر بحث کی ہے جو ہمیں مغرب سے

© rasailojaraid.com

ہاں ملتے ہیں لیکن انہوں نے اخلاق کے اضافی نظریہ کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اخلاق پر کوئی بحث اس نظریہ پر گفتگو کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس نظریہ نے تو مشرق اور مغرب کے اخلاق کو سب سے زیادہ تہ و بالا کیا ہے اور آج بھی اس کی تباہ کاریاں کچھ کم نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اضافیت اسلامی تعلیمات سے کہیں میل نہیں کھاتی۔ اسلام نے اخلاق کے ایسے پائیدار بنیادی اصول دیئے ہیں جو زمان و مکان کی تبدیلیوں کے ساتھ متغیر نہیں ہوتے اور جیسا کہ فاضل مصنف نے خود اعتراف کیا ہے علامہ اقبالؒ کی بنیاد قرآنی اصولوں پر ہے۔ ایسی صورت میں اسلامی اخلاقیات اور نظریۂ اضافیت کا موازنہ بہت ضروری تھا۔

یہ چند گزارشات ہیں جنہیں ہم فاضل مصنف کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں ہمیں ان کی حق پسند طبیعت سے پوری توقع ہے کہ وہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے اور آئندہ اڈیشن شائع کرنے سے پیشتر ان میں مناسب تبدیلیاں کر دیں گے۔